

اکابر اسلام اور قادیانیت

مرزا محمود کی سیرت کے تذکرے میں ان کی ازواج اور بعض دیگر رشتہ داروں کا نام بھی آیا ہے۔ ہم ان کے نام حذف کر دیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مخاطب نہیں۔ مرزا محمود کی جنسی عدوان پر جن لوگوں نے موکوہ عذاب قسمیں کھائی ہیں یا ان کی زندگی کے اس پہلو سے نقاب سرکائی ہے۔ ان کا تعلق مخالفین سے نہیں ایسے مریدوں سے ہے جو قادیانیت کی خاطر سب کچھ تیج کر گئے تھے۔ ان میں خود مرزا محمود کے نزدیک رشتہ دار، ہم زلف اور برادرِ نسبی تک شامل ہیں اور بالواسطہ شہادتوں میں ان کے پسران اور دختران تک کے بیانات شامل ہیں۔ جن کی آج تک تردید نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے۔ اس کا سبب اشاعتِ عیش سے اجتناب و گریز نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی تصدیق کے لیے اس قدر ثبوت شہادتیں اور قرآن موجود ہیں جن کا انکار ناممکن ہے

ان الزامات کی صحت و صداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان مریدین میں سے جو لوگ انتہائی انخلاص کے ساتھ قادیانیت کو چا سکتے تھے اور مرزا محمود کو خلیفہ برحق مانتے تھے۔ ان کی رنگین راتوں سے واقف ہو کر نہ صرف قادیانیت سے علیحدہ ہوئے بلکہ خدا کے وجود سے بھی منکر ہو گئے۔ ایک شخص کو پا کبازی کا مجسمہ مان کر اس کو کارڈر میں مشغول دیکھ کر جس قسم کا ردِ عمل ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان میں سماعی یقین رکھنے والے لوگ ہی نہیں۔ عملی تجربے سے گزرے ہوئے لوگ بھی شامل ہیں۔ دوسرا طبقہ مرزا محمود کو تو جو لیس بیز رکا ہم مشرب سمجھتا ہے مگر کسی نہ کسی رنگ میں قادیانی عقائد سے چمنا ہوا ہے۔ آپ اسے ہر دو طبقہ کی عدم واقفیت یا جہالت کہیں۔ میرے نزدیک دونوں قسم کا ردِ عمل الزامات کی صحت پر براہِ ناقطع ہے ماہرین ”جرمیات“ کا کہنا ہے کہ اصل مجرم (Perfect Crime) وہ ہوتا ہے جو کبھی (Trace) معلوم نہ ہو سکے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک ایک بھی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جو اصطلاحاً پرفیکٹ کرائم کہلا سکے۔ کیونکہ جرم ذہن کی (Abnormal) حالت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ہو جاتی ہے، کوئی ایسا (Flow) نشانی ضرور رہ جاتا ہے جس سے مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک قاتل غصے کے کھڑے کھڑے کر کے انہیں چار پانچ مقامات پر پھینک کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے قتل کے نشانات تک کو مٹا دیا ہے، مگر عملاً وہ اتنے ہی مقامات پر اپنے جرم کے نشانات چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر مرزا محمود کی تقاریر اور بیانات کا جائزہ لیں تو کئی شواہد ان کے جرائم کی چھٹی کھاتے ہیں۔ پیرس میں عرباں قہص دیکھنے کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی زبان سے کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

”جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام

انگلستان کے دوران مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جو میرے ساتھ تھے سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عربیاں نظر آسکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک ”ادپرا“ میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لیے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا یہ سب بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ یہ سب بیٹیاں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے سبھی معلوم ہوتی ہیں۔“ (الفصل۔ ۲۸ جنوری ۱۹۳۲ء)

مگر درہم یک ایک ایسی چیز ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دانستہ یا نادانستہ ایسی باتیں زبان پر آ جاتی ہیں جن سے اصلیت سامنے آ جاتی ہے۔ خلیفہ جی نے اپنی ایک شادی کے موقع پر کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خنجر پر سوار ہوں اور اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہوتی اب واقعہ یہ ہے کہ اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں اور خلیفہ جی کا ”یہ خواب“ اس پس منظر میں تھا کہ وہ خاتون جو ہر نسائیت ہی سے محروم ہو چکی تھیں۔ اب مرید اسے پیر کا کمال سمجھتے ہیں کہ اس کی پیش گوئی کس طرح پوری ہوئی۔ حالانکہ یہ معاملہ پیش خبری کا نہیں پیش بینی سنی بلکہ دروں بینی کا ہے۔

خلیفہ صاحب کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل و شباہت سے کچھ ایسا اظہر ہوتا ہے کہ ان کی صورت ایک ڈرائیور سے ملتی ہے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں تو ”کار خاص“ کے نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گھروں میں سیاہ فام بچہ پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی بات تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے مزین لکچر دیا جاتا۔ مگر کہتے ہیں چور کی واڑھی میں نکا۔ ایسے ہی وہ ایک بیوی کی وفات پر پرانی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”شادی سے پیشتر جب کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں آئے گی۔ ایک دن میں گھر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی سفید لباس پہنے، سٹلی سٹائی، شرمائی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے“

(سیرۃ امطار شائع کردہ مجلس خدام احمدیہ ربوہ)

اب سفید لباس پر نظر پڑ سکتی ہے لیکن سمٹنے، ہٹانے، شرماتے لجانے اور دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے اور چہرے کی کیفیات کا تفصیلی معائنہ کسی نیک چلن انسان کا کام نہیں، ہمیں رائل فیملی کے کسی فرد کے بارے میں نیک چلنی کا حسن ظن نہیں کیونکہ اس ماحول میں ”معجزہ“ بچ جانا بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ مگر ہم ان کے بارے میں کتب لسان ہی کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ سربراہان قادیانیت عموماً اور مرزا محمود خصوصاً اس ڈرامے کے خصوصی کردار ہیں۔ اس لیے ان کے بہرہ و کونوچ پھینکنا اور لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا انتہائی ضروری ہے۔ ضنا قادیان اور ربوہ کی اخلاقی حالت کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ اگر درخت

اپنے پھل سے پیچانا جانتا ہے۔ وہ قادیانی نہیں۔ ایسا کہہ کر ان لوگوں کو دھوکہ دیا۔ ”مسلمین“ اور انکے میکلو روڈ پر مقیم ”صفیاء“ اس کی شاہد ہیں۔ قادیانی امت اپنے نبی کی اتباع میں اپنے ہر مخالف کی بے روزگاری، مصیبت اور موت پر جشن مناتی ہے اور اسے مطلقاً اس امر کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ انتہادر ہے کہ قسوت قلبی، شقاوت ذہنی اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر ایسا عذاب نازل کیا ہے کہ اب انکا ہر قاتل و قذرفرد ایسی رسوا کن بیماری سے مرتا ہے کہ اس میں ہر صاحب بصیرت کے لیے سامان عبرت موجود ہے۔ فالج کی بیماری کو خود مرزا غلام احمد نے ”دکھ کی مار“ اور ”سخت بلا“ ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اب قادیانی امت کی گندی ذہنیت کی وجہ سے یہ بیماری اللہ تبارک و تعالیٰ نے سزا کے طور پر قادیانیوں کے لیے کچھ اس طرح مخصوص کر دی ہے کہ ایک واقعہ حال قادیانی کا کہنا ہے کہ ”اب تو حال یہ ہے کہ جو شخص فالج سے نہ مرے وہ قادیانی ہی نہیں“ مرزا محمود نے اپنے باوا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اکابر اور جدید علماء دین کے وصال پر جشن مسرت منایا اور ان کا یہ دھند اب تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے گوسالہ سامری مرزا محمود کو ”فالج کا شکار“ بنا کر دس سال تک رہن بستر و باش کر دیا اور اس عبرت ناک رنگ میں اس کو اعضاء و جوارح اور حافظہ سے محروم کر دیا۔ وہ مجنوں کی طرح سر بلاتا رہتا تھا اور اس کی ٹانگیں بید لرزاں کا نظارہ پیش کرتی تھیں۔ گویا وہ ”لایموت“ فیہا ولا یحییٰ“ کی تصویر تھا مگر قادیانی مذہبی انڈسٹری کے مالکان اس حالت میں بھی الزام اخبار اس کے ہاتھ میں پکڑا کر ”زیارت کے نام مریدوں سے پیسہ بنوتے رہے اور پھر سات بجے شام مرجانے والے اس مصلح موعود کی دو بجے شب تک صفائی ہوتی رہی اور سرکاری اعلان اس کی موت کا وقت دو بج کر دس منٹ بتایا گیا اور اس عرصہ میں اس کی رکھی ہوئی داڑھی کو ہانڈ روجن یا کسی اور چیز سے رنگ کر اسے زعفرانی کلر دیا گیا اور خط بنایا گیا اور غازہ لگا کر اس کے چہرے پر ”نور“ وارد کیا گیا۔ تاکہ مریدوں پر اس کی رونمائی کی جاسکے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیاوی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے تو قادیانی اس کی بیماری کو ”عذاب الہی“ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے اکابر ذلیل موت کا شکار بنتے ہیں۔ تو یہ ”انتلاء“ بن جاتا ہے اور اس کے لیے دلائل دیتے ہوئے قادیانی وہ تمام روایات پیش کرتے ہیں۔ جن کو وہ خود بھی تسلیم نہیں کرتے۔ شاہ فیصلؒ کی شہادت پر قادیانی امت کا جشن منانا ایک ایسا الناک واقعہ ہے جس پر جس قدر بھی نفیرین کی جائے کم ہے اور سابق وزیراعظم پاکستان کے پھانسی پانے پہنفت روزہ ”لاہور“ کا یہ لکھنا کہ اس سے مرزا غلام احمد کی ایک پیش گوئی پوری ہوئی ہے کہ ان کے عہد میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ مسخ شدہ قادیانی ذہنیت کی شہادت ہے۔ حضور ﷺ کے بعد جو جماعت یا فرقہ کسی شخص کو نبی تسلیم کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسے کوئی شخص بھی مسلمان قرار نہیں دے سکتا اور خدا کے فضل سے تمام امت مسلمہ اب بھی بالاتفاق قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتی ہے۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

(جاری ہے)